ابدی زندگی

ساحل ابڑو۔بلوچستان

رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا پھیلتے ھی خونی اور انگارہ اگلتی آنکھوں والے پرندے دھما چوکڑی مچانے لگے، کان پھاڑ آوازیں دماغ پر ھتھوڑے برسانے لگیں کہ پھر اچانک ایک دلدوز منظر رونما ھوا۔

ابدی زندگی کی خواہش کرنے والا یقینی زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، حقیقت کہانی میں پنہاں ہے

میں بچپن ہی سے بہت نڈر اور مہم جو واقع ہوا ہوں۔ اپنی فطری، دلیری کی وجہ سے بار ہا مشکلات میں گھر چکا ہوں کئی مرتبہ تو گاؤں والوں نے مجھے موت کے منہ سے بچایا۔ میری ان حرکتوں سے تمام گھر والے پریشان ہی نہیں بلکہ نالاں بھی تھے۔

میرے والد جو بہت ہی سخت گیر انسان تھے۔ اپنے چابک سے میری مرمت کرنے کے بعد مجھے کمرے میں بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا کرتے تھے تا کہ ان کی عدم موجودگی میں گھر سے باہر قدم نہ رکھوں ۔ مجھے اس وقت تک کمرے میں قید رکھا جاتا جب تک آئندہ کوئی حرکت نہ کرنے کا وعدہ نہ کر لیتا۔ اس طرح چند دن تو سکون سے گزر جاتے اس کے بعد پھر کوئی نہ کوئی حرکت ایسی سرزرد ہو ہی جاتی جس کی وجہ سے میری خوب مرمت ہوتی۔ میرے برعکس میرا چھوٹا بھائی جیمز بہت ہی سنجیدہ واقع ہوا تھا۔ اسی لئے تمام گھر والے اسے چاہتے تھے آپ شاید یقین نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ دس برس کی عمر میں ایک دن میں گاؤں کے قریب ہی گھنے جنگل میں اکیلا شکار کھیلنے چلا گیا یہ بھی نہ سوچا کہ جنگلی درندے کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ جبکہ میں اپنے ہم عمر لڑکوں کی طرح نہ تو شکار کھیلنا جانتا تھا اور نہ ہی میرے پاس کوئی ہتھیار تھا۔ شکار کی اس مہم میں میرے ساتھ میرا پالتو کتا مارش تھا۔ اگر اس دن مارش نہ ہوتا تو میرا زندہ سلامت جنگل سے واپس آنا ممکن نہ تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مارش کو بھی میں نے مہم جوئی کے دوران ہی حاصل کیا تھا۔ شکار کے اس واقعہ سے تین برس پہلے میں نے اسے دوسرے گاؤں سے چوری کر کے لایا تھا۔ جو ہمارے گاؤں سے دس میل کے فاصلے پر تھا۔ میرے والد کو کتوں سے سخت نفرت تھی۔ اس لئے انہوں نے مارش کو گھر میں رکھنا پسند نہ کیا۔ لیکن میں اپنی ضد پر اڑ گیا اور میری خوب پٹائی ہوئی یہ تو خدا کا شکر ہے کہ چوری کی بابت علم نہیں ہوا اور نہ وہ مجھے مارش کے ساتھ ہی گھر سے نکال دیتے۔ میری ضد کو دیکھتے ہوئے آخر والدہ کو میری سفارش کرنا پڑی۔ تب کہیں جا کر والد رضامند ہوئے لیکن اس کے باوجود انہوں نے چھ ماہ تک مجھ سے بات نہ کی ویسے بھی ان کی آنکھوں کا تارا میرا چھوٹا بھائی جیمز تھا۔

☆......☆......☆

اب یہ کتا جوان ہو چکا تھا جسے میں مارش کے نام سے پکارتا ہوں مارش بھی مجھے اس قدر چاہتا کہ ہر وقت سائے کی طرح میرے ساتھ لگا رہتا۔ شکار والے دن

بھی مارش میرے ہمراہ تھا۔ اسی کی بدولت میں اسے گھنے اور خطرناک جنگل سے زندہ بچا۔ یہ جنگل مقامی لوگوں میں موت کی وادی کے نام سے مشہور تھا۔ اس میں داخل ہونے کے بعد کسی اجنبی شخص کا صحیح سلامت زندہ واپس آ جانا معجزے سے کم نہ تھا۔ اول تو باہر نکلنے کا راستہ ہی نہ ملتا اور دوسرے قدم قدم پر خوف ناک درندوں کا خطرہ موجود تھا۔ میں متواتر تین گھنٹے تک اس خطرناک جنگل میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ تھک کر ایک پتھر کی اوٹ میں ستانے کے لئے بیٹھ گیا۔ مجھے بیٹھے کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی بھیڑیئے کی دلدوز چیخ بلند ہوئی۔

اس جنگل میں بے شمار بھیڑیئے تھے جو گرد و نواح کے لوگوں کے لئے اکثر پریشانی کا باعث ہوتے۔ میں نے فوراً یہاں سے نکل جانا ہی بہتر سمجھا۔ واپسی میں مجھے جلد ہی اپنے گم کردہ راہ کا احساس ہو گیا اب میرے لئے ہر طرف خطرہ ہی خطرہ اور مصیبت تھی۔ میں اندازے کے مطابق ایک طرف کو ہولیا۔ اس طرح جب مجھے جنگل میں بھٹکتے ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے تو لحہ بہ لحہ پریشانی بڑھتی چلی گئی دوپہر ڈھلی درختوں کے سائے بڑھنے لگے۔

دن بھی ڈھل گیا۔ اور شام کے دھند لکے پھیل گئے۔ ایسے حالات اور پرخطر ماحول میں میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ بھی لازماً خوف زدہ ہو جاتا۔ دھیرے دھیرے رات کی تاریکی پھیلنے لگی جس سے جنگل کا ماحول اور بھی دہشت ناک اور پراسرار ہو گیا جنگلی درندے، بہت ہی ڈراؤنی آوازیں نکالنے لگے۔ اور درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے بھی مجھے اور مارش کو دیکھ کر شور مچانے لگے اس پر مستزاد بدروحوں اور بھوت پریت کے خوف نے تو میرے دل و دماغ کی تمام قوتیں سلب کر لیں۔

میں نے بدروحوں کے متعلق بہت سی کہانیاں سن رکھی تھیں۔ جن کا مسکن جنگل یا کھنڈر ہوا کرتے ہیں اور وہ رات کی تاریکیوں میں اپنے لئے شکار تلاش کرتی پھرتی ہیں۔ ایسے الٹے سیدھے خیالات نے مجھے اس قدر خوف زدہ کر دیا کہ چلتے ہوئے جب میرے پاؤں تلے کوئی سوکھی ہوئی شاخ یا ٹہنی چیخ کر ٹوٹتی تو اس کی آواز ہی سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور دل اس قدر زور سے دھڑکنے لگتا گویا پسلیوں کو توڑ کر باہر آنا چاہتا ہے یہ صورت حال میرے لئے ناقابل برداشت تھی جس کی وجہ سے ایک بار تو میں رو پڑا۔ میرے رخسار آنسوؤں سے بھیگ گئے۔ میں نے گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگی اور توبہ کی کہ آئندہ کبھی اپنے ماں باپ کو ناراض نہیں کروں گا۔

ایک تو تھکن اور خوف سے میری حالت خراب ہو رہی تھی۔ پھر بھوک کی شدت سے نڈھال ہو چکا تھا۔ صبح سے کچھ کھایا نہیں تھا۔ شکار پر چلتے وقت دوسری حماقت جو مجھ سے ہوئی وہ یہ تھی کہ میں اپنے ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز لے کر نہ آیا تھا کہ شکار کا تازہ گوشت بھون کر کھاؤں گا نتیجہ ظاہر ہے۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔

اس طرح بہت دیر جنگل کی پراسرار تاریکی میں بھٹکتا پھرا۔ کبھی ایک سمت چل پڑتا تو کبھی دوسری سمت۔ میری حالت اس چوہے کی سی تھی جسے بلی کے ساتھ ایک ہی پنجرے میں بند کر دیا جاتا ہے اور چوہا بلی سے بچنے کے لئے ادھر ادھر بھاگتا ہے لیکن پنجرے کی آہنی سلاخیں اسے ہر طرف سے روک دیتی ہیں اور آخر تھکن اور خوف سے نڈھال ہو کر بلی کے سامنے گر پڑتا ہے کہتے ہیں جب انسان ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے اور مصائب سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو ایسے مشکل اور کٹھن وقت میں خدا بندوں کی امداد کے لئے کوئی راہ نکال دیتا ہے۔ بندے کی مشکل خود ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اور مصائب کے بادل چھٹ جاتے ہیں میرے ساتھ بھی اس رات بالکل ایسا ہی ہوا۔

چاند نکلا اور اس کی روپہلی کرنوں نے تاریکی کا پردہ چاک کر دیا۔

میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو چند گز کے فاصلے پر ایک غار دکھائی دیا میں نے سوچا کہ رات اس غار میں گزار کر صبح پھر راستہ تلاش کروں گا میں غار میں داخل ہو گیا مارش جواب تک خاموشی سے میرے ساتھ چلا

آرہا تھا۔ غار کے منہ پر ہی رک کر بھونکنے لگا۔ میں نے اسے خاموش کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہ تو اندر ہی داخل ہوا اور نہ ہی خاموش۔ مارش کی غراہٹ سے مجھے بھی خطرے کا احساس ستانے لگا۔ غار میں نظر جو دوڑائی تو جلد ہی خطرہ بھی دکھائی دیا جس سے مارش خوف زدہ ہو رہا تھا۔ بھیڑیئے کا بچہ۔ وہ بھی میری ہی طرح تنہا۔ بھوکا اور سردی سے ٹھٹھر رہا تھا اسے دیکھ کر پہلے تو میں گھبرایا کہ کسی بھی وقت اس کی ماں غار میں آسکتی ہے۔ لیکن میرے خوف کو میری خواہش نے کچل دیا۔ بچپنے اور حماقت میں زیادہ فرق نہیں ہوا کرتا۔ جن حالات کا میں نے ذکر کیا ہے اگر کوئی بڑا آدمی ہوتا تو فوراً ہی غار سے نکل بھاگتا۔ لیکن میری خواہش بھیڑیئے کے بچے کو اپنے ساتھ لے جانے کی تھی۔ میں نے بغیر سوچے سمجھے اسے اٹھایا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ مارش بدستور غرا کر مجھے نادیدہ خطرے کا احساس دلا رہا تھا۔ لیکن میرے قدم تیزی سے آگے بڑھتے گئے۔ تھکن اب نام کو نہ تھی اور نہ ہی بھوک کی شدت سے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے مجھے ہر بڑھتے ہوئے قدم کے ساتھ نئی قوت کا احساس ہو رہا تھا۔ معلوم نہیں میں کتنی دیر تک بھیڑیئے کا بچہ اٹھائے بھاگتا چلا گیا کتنا فاصلے طے کیا اور کتنے نشیب و فراز سے گزرا۔ اچانک درختوں کا سلسلہ ختم ہوگیا سامنے میرے گاؤں کی ویران اور سنسان گلیاں تھیں میں ان ویران راہوں سے ہوتا ہوا اپنے گھر کے سامنے جا پہنچا۔

جنوری کا مہینہ تھا۔ سردی پورے شباب پر تھی مگر جب میں کمرے میں داخل ہوا تو میرا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ مجھے پہلی مرتبہ اپنی لرزتی ہوئی ٹانگوں کا احساس ہوا۔ سب گھر والے میری وجہ سے پریشان تھے اور اب تک جاگ رہے تھے۔ دوسرے دن مجھے معلوم ہوا کہ میں رات کو ساڑھے تین بجے گھر پہنچا ہوں میرے لئے سب سے تعجب خیز بات میرے سخت گیر باپ کا رویہ تھا۔ انہوں نے مجھ سے ایک لفظ تک نہیں کہا بلکہ بڑے پیار سے اپنے پاس بیٹھایا ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ آنسو مجھے پالینے کی خوشی کا مظہر تھے۔ یا میری نازیبا حرکت کی وجہ سے روحانی اور ذہنی کرب کی علامت۔ میں کوئی فیصلہ نہ کرسکا۔

بہرحال یہ بات میرے لئے ناقابل برداشت تھی۔ میں اپنے کئے پر پہلی مرتبہ نادم ہوا اور مستقبل میں کوئی حرکت نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ جو میرے والد کو ناگوار گزرے۔ جس طرح بعض اوقات حادثات انسان کی زندگی پر گہرے اثرات چھوڑ جاتے ہیں اسی طرح بچپن کی یہ حماقت میری زندگی کے دھاروں کا رخ تبدیل کرنے کا سبب بن گئی۔

اس کے بعد میں نے پوری توجہ تعلیم پر مبذول کردی۔ تعلیم سے فارغ ہوکر میرا ارادہ فوج میں بھرتی ہونے کا تھا۔ جو بدقسمتی سے پورا نہ ہوسکا اور مجبوراً مجھے پولیس کی ملازمت اختیار کرنا پڑی۔ پولیس کی ملازمت میں میری فطری دلیری اور جرأت بہت فائدہ مند ثابت ہوئی اور چار برس کی مختصر مدت میں انسپکٹر کے عہدے پر ترقی مل گئی۔ انسپکٹر بنتے ہی میرا تبادلہ ہندوستان کردیا گیا۔ ہندوستان میں پانچ برس تک بظاہر مجھے اخباری نمائندے کا کام سپرد کیا گیا۔ حالانکہ یہاں میرا کام سیاسی تحریکوں کے متعلق خفیہ معلومات حاصل کر کے حکومت کو پہنچانا تھا۔ کیونکہ ان دنوں پہلی جنگ عظیم کے بادل منڈلا رہے تھے۔ اور ساتھ ہی ہندوستان میں تحریک آزادی زور پکڑ چکی تھی۔ ترقی پاکر قدرتی طور پر مجھے بے حد خوشی ہوئی لیکن آج جب میں سوچتا ہوں تو بہت دکھ ہوتا ہے یہ ترقی میرے لئے تباہی کا باعث ثابت ہوئی وطن سے عدم موجودگی کے سبب چھوٹا بھائی جیمز میری سرپرستی سے محروم ہوگیا وہ ان دنوں لندن ہی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ والدین چند برس پیشتر وفات پا چکے تھے۔ ان کی موت کے بعد ہم دونوں بھائی اس بھری دنیا میں تنہا رہ گئے۔ میرے ہندوستان آنے کے دو برس بعد جیمز تعلیم مکمل کر کے ایسے خطرناک راستے پر چل پڑا۔ جہاں سے لوٹ کر واپس نہ آسکا۔

مجھے ہندوستان آئے تقریباً پانچ برس ہوئے تھے کہ ایک دن مجھے اپنے چھوٹے بھائی جیمز کے لاپتہ

ہونے کی اطلاع ملی۔ پولیس ہر ممکن کوشش کے باوجود اسے تلاش کرنے میں ناکام ہو چکی تھی۔ اطلاع ملتے ہی میں نے لندن کی راہ لی تاکہ صحیح حالات سے آگاہ ہونے کے بعد اپنے گمشدہ بھائی کو تلاش کر سکوں لندن پہنچنے کے بعد معلوم ہوا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جیمز کا کوئی دوست نہیں تھا حتیٰ کہ اس کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے والوں سے بھی تعلقات صرف کلاس روم تک محدود تھے۔ کسی لڑکی سے بھی اس کی دوستی نہ تھی حالانکہ اس عمر کے لڑکے عموماً ہنگامہ پرور اور رومانی زندگی گزارتے ہیں اور لڑکیوں کے گرد تو پروانوں کی طرح منڈلاتے ہیں۔

جب مجھے لندن سے کوئی اہم بات معلوم نہ ہو سکی تو گاؤں کی راہ لی۔ وہاں بھی مجھے خاص کامیابی نہ ہوئی حالانکہ گاؤں کی پولیس کا انچارج میرا پرانا دوست انسپکٹر مالکم تھا۔ مالکم نے چند ایک سیدھی سادھی موٹی موٹی باتیں بتائیں کہ گمشدگی سے چند دن پہلے جیمز کو گاؤں کی ایک دکان سے پانچ پونڈ کافی، دس پونڈ شکر دو پونڈ لوہے کا تار اور مچھلی کے شکار کا ایک جال خریدتے دیکھا گیا تھا۔ ان چیزوں کو خریدنے کے چار دن بعد ولیم نامی ایک بوڑھے شخص کا گزر مکان کے قریب سے ہوا۔ اس دن شدید برف باری ہو رہی تھی۔ اور یخ بستہ طوفانی ہواؤں کی وجہ سے درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بہت نیچے گرا ہوا تھا۔ شدید سردی کی وجہ سے لوگ گھروں میں دبکے بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر کوئی شخص گھر سے نکلا بھی تو کسی اشد ضرورت کے تحت۔ ورنہ سارے گاؤں میں ہو کا عالم تھا۔

ولیم کو بازار تک مجبوراً ہی جانا پڑا تھا۔ کیونکہ اسے اپنی بیمار بیٹی کے لئے دوا لینی تھی۔ ولیم کی عمر ستر برس سے متجاوز ہے۔ اور گھر بھی دور جنگل کے کنارے واقع ہے اس کے گھر سے بازار تک کا قریب ترین راستہ ہمارے گھر کے قریب سے گزرتا ہے حالانکہ ہمارا مقام بھی گاؤں کی آبادی سے کافی پرے پہاڑ کے دامن میں ہے۔ ولیم جب گھر کے قریب سے گزرا تو سردی کی شدت سے اس کے ہاتھ پاؤں اور بوڑھے جسم میں درد ہونے لگا اس نے اس خیال سے دروازے پر دستک دی کہ اندر جا کر آگ تاپ کر اپنے جسم کی حرارت بحال کر سکے۔ دستک دینے کے باوجود چند منٹ تک کوئی جواب نہ ملا تو اس نے دروازے کو دھکیل کر دیکھا کہ کہیں جیمز باہر تو نہیں گیا ہوا۔ دروازہ کھلا تھا۔ ولیم اندر چلا گیا لیکن جیمز گھر میں موجود نہیں تھا تھوڑی دیر رکنے کے بعد اس نے مکان سے نکل کر اپنی راہ لی۔ یہی حال دوسرے دن بھی ہوا سردی پورے شباب پر تھی اور ولیم کو اپنی بیٹی کی دوا لینے کے لئے گھر سے نکلنا پڑا۔ اس مرتبہ وہ بغیر دستک دیئے ہی مکان میں داخل ہو گیا۔ اور دیکھ کر سخت متعجب بلکہ پریشان ہوا کہ ہر چیز جوں کی توں رکھی ہے انگیٹھی آج بھی سرد ہے۔ میز پر کھلی کتاب پڑی ہے اور بستر پر کوئی شکن نہیں گویا جیمز رات یہاں نہیں سویا۔

ایک سمجھدار شخص کی طرح ولیم کو حالات کی سنگینی کا احساس ہو گیا اور وہ فوراً ہی مکان سے چل دیا۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ گاؤں کے لوگ جیمز سے سخت نفرت کرتے ہیں اور اس کے بارے میں لوگوں میں بڑی ہی پراسرار باتیں مشہور ہیں ولیم نے بازار پہنچ کر دوا فروش سے اس واقعہ کا ذکر کیا دوا فروش بھی بڑا جہاندیدہ شخص ہے اس نے ولیم کو مشورہ دیا کہ پولیس کو حالات سے آگاہ کر دے۔

اطلاع ملتے ہی پولیس نے سب سے پہلے مکان میں جا کر دیکھا اور اس کے بعد بڑی سرگرمی سے جیمز کی تلاش شروع کر دی۔ میری تمام دوڑ دھوپ کے باوجود کوئی مفید بات معلوم نہ ہو سکی جب میں مالکم سے مکان کی چابیاں لے کر رخصت ہونے لگا تو اس نے ایک عجیب بات یہ بتائی کہ شدید برف باری کے باوجود جیمز کسی دوسرے شخص کے قدموں کے نشان بھی نہیں دیکھنے میں آئے سوائے ولیم کے قدموں کے نشانات کے۔ انسپکٹر مالکم کے کہنے کے مطابق مکان سے کافی فاصلے تک ایک ایک انچ زمین کا بہ غور معائنہ کیا گیا۔ سب بے سود حالانکہ متواتر دس دنوں سے ہلکی ہلکی برف باری سے میلوں تک زمین پر برف کی موٹی تہہ جم گئی تھی۔

انسپکٹر مالکم سے رخصت ہو کر میں مکان کی طرف چل دیا۔ چونکہ میں خود بھی پولیس کا آدمی تھا اس

لئے سوچنے لگا کہ بعض اوقات مجرم بڑی ہوشیاری کا ثبوت دیتے ہیں اور جرم کرنے کے بعد اپنے پیچھے بظاہر کوئی ایسی علامت نہیں چھوڑ جاتے جس سے تفتیش کے دوران کوئی مدد مل سکے۔ اور مجرموں کی نشاندہی ہو یا کوئی معمولی سی بات بھی انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کا باعث ہے۔ مگر میرا تجربہ تھا کہ ایسے مجرم نادانستہ طور پر جلد یا بہ دیر کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور کر بیٹھتے ہیں جس سے ان کے جرم کا راز افشاء ہو جاتا ہے۔ ایک ایسی حرکت جس کی طرف کوئی دھیان ہی نہیں دیتا۔

جب میں گھر پہنچا۔ اس وقت دوپہر کے دو بجے تھے۔ اپنا مختصر سامان اندر رکھنے کے بعد ولیم سے ملنے چلا گیا سوچا ولیم سے خود مل لینا زیادہ بہتر ہے اور ہمسایوں سے بھی بات چیت کر لینا چاہئے۔ ممکن ہے کوئی کارآمد بات معلوم ہو جائے ولیم کا گھر ہمارے گھر سے کافی فاصلے پر جنگل کے کنارے واقع تھا۔ جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں وہاں تک پہنچتے پہنچتے دو گھنٹے لگ گئے۔ ویسے یہ فاصلہ آدھے گھنٹے سے زیادہ کا نہیں تھا یعنی دو میل ہوگا۔ اس تاخیر کی وجہ راستے میں دوسرے لوگوں سے میل ملاقات تھی چونکہ میری زندگی کا بیشتر حصہ ان لوگوں میں گزرا تھا۔ اس لئے سب ہی مجھ سے واقف تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ میں پانچ برس وطن سے باہر گزار آیا ہوں لیکن میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ سب ہی مجھ سے رسمی طور سے ملے ملاقات میں وہ گرم جوشی نہ تھی۔ جس سے خوشی اور خلوص کا اظہار ہوتا۔ ممکن ہے اس کشیدگی کی وجہ جیمز ہی ہو اور میں جیمز کا بڑا بھائی تھا۔

ولیم سے میری ملاقات بڑے خوشگوار ماحول میں ہوئی۔ اس کی باتوں میں بزرگانہ خلوص اور شفقت تھی۔ لیکن اس کی بیوی لوسی کا رویہ اپنے خاوند کے برعکس انتہائی تلخ بلکہ قابل اعتراض تھا۔ ہماری گفتگو کے دوران لوسی بار بار مداخلت کرتی رہی۔ اس کی باتوں سے نفرت کا اظہار ہو رہا تھا ولیم نے وہ سب باتیں دہرائیں جو میں اپنے دوست مالکم سے پہلے ہی سن چکا تھا۔ البتہ ولیم نے دبے دبے الفاظ میں کہا۔

"جہاں تک مجھے علم ہے مسٹر ایبل۔ آپ کے بھائی جیمز کے پاس کالے جادو کی چند نادر کتابیں تھیں جن کے مطالعے سے یہ سب نتیجہ نکلا ہے۔" ولیم نے سوچتے ہوئے بتایا۔ ممکن ہے جیمز عملیات کے چکر میں پڑ گیا ہو یہ میرا خیال ہے۔ خدا کرے غلط ہو۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔"

میں نے ولیم کی بات کی تائید اس خیال سے کی کہ اس سے مزید کچھ معمولات حاصل کرنے میں مدد مل سکے۔ کیونکہ مجھے یقین ہو چکا تھا کہ گاؤں کے لوگ جیمز کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں اور بتانا نہیں چاہتے۔

"مسٹر ایبل۔" ولیم نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے بھی وہ کتاب دیکھی ہوگی۔"

"نہیں۔" میں نے اب تک نہیں دیکھی۔ سیدھا آپ کے پاس آ رہا ہوں۔"

"یسوع مسیح آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔" ولیم نے پھر نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

"ایسی کتابیں انسانوں کی تباہی کا موجب ہوا کرتی ہیں۔ آپ جب گھر جائیں تو اسے اٹھا کر نذر آتش کر دیں۔"

اس کے بعد چند منٹ تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور میں گھر جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ولیم بھی میرے ساتھ چند قدم تک رخصت کرنے آیا۔ رخصت کرتے وقت بوڑھے ولیم نے صلیب میری گردن میں ڈال دی اور نصیحت کی کہ اسے ہمیشہ اپنے گلے میں لٹکائے رکھوں۔ کم از کم اس وقت تک مجھے ایسا ضرور کرنا چاہئے جب تک میں اس مکان میں مقیم ہوں اس کے بعد میں رخصت ہو گیا۔

سورج ابھی غروب ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا لیکن دھوپ اپنی تمازت کھو چکی تھی فروری کے مہینے میں ویسے بھی سردی بہت شدید ہوا کرتی ہے جس کو سرد ہوائیں ناقابل برداشت بنا دیتی ہیں حتیٰ کہ دوپہر کے وقت جب سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا ہوتا ہے تو حالت

اور بھی بدتر ہو جاتی ہے یہی کیفیت اس وقت میری بھی تھی۔

جب میں ولیم کے گھر سے روانہ ہوا سردی کی تیز لہر میرے بدن کو چیرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ کپکپی لگ گئی اور دانت بجنے لگے اس لئے میں نے کہیں اور جانے کی بجائے سیدھے گھر کی راہ لی۔

قدیم طرز کا یہ مکان پانچ کمروں پر مشتمل تھا تین کمرے نیچے اور دو اوپر کی منزل پر تھے۔ جس کے ساتھ ایک چھوٹا باورچی خانہ تھا میرے بچپن کی بے پناہ یادیں اس مختصر سے مکان سے وابستہ تھیں نچلی منزل کے ایک کمرے میں ہمارا بوڑھا ملازم رہا کرتا تھا دوسرا کمرہ مہمانوں کے لئے اور تیسرا بطور گودام استعمال کیا جاتا جس میں گھر کا ٹوٹا ہوا فرنیچر، کچھ پرانے صندوق اور جلانے کی لکڑی پری رہتی اوپر کی منزل کے دو کمروں میں سے ایک، ہم دونوں بھائیوں کے تصرف میں تھا دوسرا والد اور والدہ کے لئے مخصوص تھا۔

جب میں مکان میں داخل ہوا تو نچلی منزل کے تینوں کمرے اس طرح ویران پڑے تھے جیسے برسوں سے ان کو کسی نے کھولا بھی نہ ہو۔ فرش پر مٹی کی موٹی کی تہہ جم چکی تھی دیواریں گرد سے اٹی ہوئی تھیں اور مکڑیوں نے جالا بن رکھا تھا۔ گویا میں اپنے مکان کے بجائے آثار قدیمہ کے کھنڈروں میں آ گیا تھا اوپر کی منزل کی حالت اس کے بالکل برعکس دکھائی دے رہی تھی کمرے کی دیواروں پر ہلکا سبز رنگ کیا ہوا تھا ہر چیز صاف ستھری اور بڑے قرینے سے رکھی ہوئی تھی۔ دروازے اور کھڑکی پر ہلکے آسمانی رنگ کے پردے لٹک رہے تھے پلنگ پر صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا جس پر اجلی چادر پڑی تھی۔ مختصر یہ کہ کمرہ ہر لحاظ سے قابل تعریف تھا۔ ساتھ والا کمرہ جس میں ہم دونوں بھائی سویا کرتے تھے اس کی حالت ایسی نہ تھی۔ مگر وہ بھی ہر طرح سے صاف ستھرا تھا۔ جیمز اس کمرے کو گودام کے طور پر استعمال کر رہا تھا۔ آمنے سامنے کی دیواروں کے ساتھ نیچے سے اوپر تک شلف لگے ہوئے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق ان شلفوں پر کم از کم ڈیڑھ دو ہزار کے لگ بھگ نئی اور پرانی کتابیں ترتیب سے لگی ہوئی تھیں۔ ہر کتاب پر سیریل نمبر اور نام کی پرچی چسپاں تھی۔ تاکہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ کمرہ کے دروازے کے سامنے والی دیوار کے ساتھ چند لکڑی کے بنے ہوئے پرانے صندوق اوپر تلے رکھے تھے۔ جن کا رنگ تک خراب ہو چکا تھا ان صندوق کے کے ساتھ دس پندرہ لکڑی کی پیٹیاں اوپر تلے پڑی تھیں۔ جو عموماً پیکنگ کے کام آتی ہیں ان پیٹیوں سے میں نے اندازہ لگایا کہ جیمز لندن سے آتے وقت ان میں کتابیں بند کر کے لایا ہوگا۔ اور اب خالی رکھی ہیں۔

ہر ایک کمرے کا جائزہ لینے کے بعد میں کمرے میں آ گیا آگ جلائی اور کافی کے لئے کیتلی میں پانی رکھ دیا۔ آتش دان کے قریب ہی دیوار میں لگی ہوئی الماری کو کھولا۔ تو اس میں اب تک کافی اور شکر بند پڑی تھی۔ جو میرا گمشدہ بھائی چند دن پیشتر بازار سے خرید کر لایا تھا لوہے کے تار اور مچھلی پکڑنے کا جال البتہ وہاں نہیں تھے۔

یہ دونوں چیزیں تیسرے دن گودام سے ملیں۔

کافی پینے کے بعد میں نے میز پر رکھی ہوئی کتاب کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ لیکن ایک لفظ بھی نہ پڑھ سکا خدا جانے یہ کسی زبان میں لکھی ہوئی تھی۔ کتاب کے صفحات اور جلد چمڑے کی تھی اور تحریر ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ جس کی بنا پر میں نے کتاب کی قدامت کا اندازہ لگایا کہ یہ چھاپ خانے کی ایجاد سے پہلے زمانے کی ہے۔ کتاب کے آخری صفحے پر جیمز کے ہاتھ کا لکھا ہوا نوٹ دیکھ کر پتہ چلا کہ یہ کتاب بہت قدیم زمانے کی ہے۔ اسی نوٹ میں ایک دوسری کتاب کا حوالہ بھی دیا گیا تھا۔

میں نے کتاب بند کر کے میز پر رکھ دی اور سونے کے لئے پلنگ پر لیٹ گیا۔ دن بھر کا تھکا ماندہ تھا لیٹتے ہی نیند آ گئی، مجھے سوئے ابھی تین چار گھنٹے ہی گزرے ہوں گے کہ بے پناہ شور و غل سے آنکھ کھل گئی سرہانے رکھے ہوئے میز پر ٹیبل لیمپ کو روشن کیا۔ باہر پرندوں کی آواز بہت تیز ہو چکی تھی۔ میں نے اٹھ کر کھڑکی کا پردہ سرکار کر شیشے میں سے باہر دیکھا۔ چاندنی رات تھی اور ہر طرف سیاہ رنگ کے پرندے موجود تھے۔ رنگ گہرا سیاہ بالکل کوؤں جیسا مگر جسامت کے اعتبار سے وہ گدھ کے برابر تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے وہ بڑی ہی ہیبت

ناک آواز میں شور مچانے لگتے۔ پہلے ان میں سے ایک آواز نکالتا اور اس کے بعد سب اپنی اپنی چونچیں کھول کر آسمان کی طرف گردن اٹھاتے اور زور زور سے چیخنے لگتے۔ مکان کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے پرندوں کی خوف ناک آوازں سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ اور چھت پر بیٹھے ہوئے پرندے جب اپنی مکروہ آواز نکالتے تو اس کی گونج نچلی منزل سے ٹکرا کر عجیب بھیانک صورت اختیار کر لیتی۔ ڈر تھا اگر میں مکان سے باہر نکلا تو ممکن ہے۔ یہ ظالم گدھ نما پرندے مجھ پر حملہ آور ہو جائیں اور اپنی لمبی چونچوں سے مجھے نوچ کھائیں۔

شور ہر لحہ بڑھتا گیا اور میری پریشانی میں اضافہ ہوتا رہا۔ آخر مجبور ہو کر میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی اور بستر میں گھس کر کمبل بھی منہ پر اوڑھ لیا اور لیٹ گیا۔ نیند تو خیر کیا آنا تھی۔ قدرے اطمینان ہو گیا رات بھر کروٹیں بدلتا رہا حتیٰ کہ شور بتدریج کم ہوتا گیا اور باہر سے پرندے کی اڑنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ رفتہ رفتہ سب اڑ گئے۔

صبح ہوئی اور کمرے میں دھیمی دھیمی روشنی پھیل گئی۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس آفت سے نجات ملی ہے۔ رات بھر جاگنے سے میرا سر بوجھل ہو رہا تھا۔ سکون ملتے ہی آنکھ لگ گئی اور میں گیارہ بجے دن تک بے خبر سوتا رہا۔ ناشتہ کیا اور لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تا کہ ہمسایوں سے ملاقات کر کے معلومات حاصل کروں۔ لیکن آج سب کا رویہ کل کی نسبت بہت ہی مختلف تھا۔ کوئی شخص مجھ سے بات کرنا بھی پسند نہ کرتا۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر میں گھر چلا آیا۔ اور میز پر رکھی ہوئی کتاب کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر مجھے دوسری کتاب کا خیال آیا جس کا حوالہ جیمز نے اپنے نوٹ میں دیا تھا۔ میں نے گودام میں جا کر دیکھا۔ جلد ہی مطلوب کتاب مل گئی۔ یہ کتاب بھی کافی پرانی تھی۔ کاغذ کا رنگ بگڑ کر گہرا زرد ہو چکا تھا۔ اور اس قدر بھربھرا کہ ہاتھ لگتے ہی ٹوٹ جاتا۔

یہ کتاب بھی میرے لئے بہت عجیب تھی اور اس کی زبان تو میرے لئے لاطینی ثابت ہوئی۔ البتہ اس میں دو کاغذ میرے بھائی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے ان دو کاغذوں کو لے کر میں کمرے میں آ گیا اور بیٹھ کر اطمینان سے پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ میز پر رکھی ہوئی متبرک کتاب ایک ہزار سال پرانی ہے۔ اور اس وقت صرف تین جلدیں ساری دنیا میں موجود ہیں کتاب کا نام ۔''ابدی زندگی'' ہے اور اس کا مصنف ایک سادھو گزرا ہے۔ جو پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ سادھو اپنی طبعی موت مرنے کے بعد زندہ ہو گیا ہے۔ اور لامحدود وقت تک زندہ رہے گا۔ اس سادھو کے تین نائب اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ جن کے پاس اس کے کتاب کی ایک ایک جلد موجود ہے۔ نیز کتاب کے صفحات اور جلد انسانی کھال کے ہیں۔ اس سادھو کے پیروکار ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جوان تین نائبوں کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں۔ اور حالات کے مطابق روپ دھار لیتے ہیں جمیز کی تحریر پڑھنے کے بعد مجھے اتنا شدید صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے کتاب میز سے اٹھا کر زمین پر دے ماری۔ اور دونوں کاغذ نذر آتش کر دیئے۔ مجھے نہ تو شیطانی پراسرار قوتوں پر یقین تھا اور نہ ہی بدروحوں پر۔ گو بعد کے واقعات نے میرے نظریات کو غلط ثابت کر دیا بہر حال میں نے رات کو آ کر مکان کا گھیراؤ کرنے والی بدروحوں سے نبرد آزما ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بازار سے ایک بندوق اور گولیوں کے چار ڈبے خریدے اور اپنے ریوالور میں بھی گولیاں بھر کر جیب میں رکھ لیا۔ اور ان کے کالے پرندوں یا بدروحوں کا انتظار کرنے لگا۔ سورج غروب ہو گیا رات نے تاریکی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ میری طبیعت بے چین ہونے لگی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا میرے اضطراب میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ میں کبھی میز کے پاس پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھتا۔ اور کبھی کمرے میں ٹہلنے لگتا۔ سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہا تھا۔ کئی مرتبہ کھڑکی پر لٹکتے ہوئے پردے کو سرکا کر باہر دیکھا وہاں کچھ نہ تھا۔

رات کے دس بج گئے چاند نے دور پہاڑوں کی اوٹ سے اپنا زرد چہرہ نکالا تاریکی کم ہو گئی گاؤں کے کچلے مکانوں کے سائے پھیلے چاند بلند ہوتا گیا اور مکانوں کے

سائے سمٹتے چلے گئے آدھی رات گزر گئی ہر طرف خاموشی اور پر ہول سکوت تھا جیسے کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہو۔ حالات کا غلط اندازہ لگا کر میں نے لباس تبدیل کیا اور سونے کی تیاری کرنے لگا۔ پلنگ پر دراز ہو کر ڈبیہ سے آخری سگریٹ نکل کر سلگایا شام سے اب تک تین پیکٹ سے زیادہ سگریٹ پی چکا تھا۔ حالانکہ عام حالات میں چوبیس گھنٹوں میں ایک پیکٹ سے زیادہ سگریٹ نہیں پیا کرتا۔ لیکن گزشتہ رات کے بھیانک واقعہ نے میرے دماغی سکون کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ میرے اعصاب پر وحشت سی طاری ہو چکی تھی۔ اس لئے گھر آتے وقت بازار سے میں دس پیکٹ سگریٹ لیتا آیا تھا۔

ابھی تک میں نے پلنگ پر لیٹے لیٹے آدھا سگریٹ ہی پیا ہو گا کہ باہر سے وہی مکروہ چیخ بلند ہوئی اور اس کے بعد بے شمار پرندوں کا شور سنائی دیا۔ میں نے اٹھ کر کھڑکی سے جھانک کر دیکھا لاتعداد سیاہ پرندے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور ابھی جنگل کی طرف سے ان کے جھنڈ کے جھنڈ آ رہے تھے۔ چند ہی منٹ میں مکان کا محاصرہ ہو چکا تھا حتیٰ کہ چھت بھی اس وقت ناگہانی سے محفوظ نہ رہی۔ پھر وہی پر ہول شور اور خوفناک آوازیں کچھ دیر تک تو میں ان کے جانے کا انتظار کرتا رہا۔ اس کے بعد میں نے کھڑکی کو کھول کر دو تین ہوائی فائر کئے۔ ایک لمحہ کے لئے آوازیں بند ہو گئیں انہوں نے اپنی لمبی لمبی گردنیں گھما کر ارد گرد دیکھا اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھائے مکروہ آوازیں نکالنے لگے ان کو پر سکون دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے سب کو گولیوں کا نشانہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے باہر دیکھا ایک کوا کا جو کھڑکی کے بالکل سامنے بیٹھا اپنی گول گول بھیانک آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا وہ جسامت اور قد و قامت میں اپنے تمام ساتھیوں سے بڑا تھا۔ سب سے پہلے وہی اپنی مکروہ چونچ کھول کر بھیانک آواز نکالتا اور اس کی پیروی کرتے ہوئے دوسرے بھی بعد میں شور مچاتے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ یہی ان سب کا لیڈر ہے۔ اگر اسے مار دیا جائے تو یقیناً باقی سب ڈر کے مارے اڑ جائیں گے وہ بدستور مجھے گھورے جا رہا تھا۔ اس کی لمبی چونچ اور گردن سب سے لمبی تھی اس لئے اسے نشانہ بنانا بھی آسان تھا۔ میں نے گولی چلا دی جو اس کی گردن کو توڑتی ہوئی پار نکل گئی ایک دلدوز انسانی چیخ بلند ہوئی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے کالی بلائیں اب تک اپنی جگہ موجود تھیں اور اب پہلے کی نسبت کہیں زیادہ بلند آواز میں شور مچا رہی تھیں پھر اچانک خاموش ہو گئیں میں نے باہر جھانک کر دیکھا۔ ان کا لیڈر اب بھی اپنی جگہ پر موجود تھا۔ لیکن اس کی جگہ خالی تھی یہ میں نے محسوس کیا کسی نے بھی آگے بڑھ کر خالی جگہ کو پک نہیں کیا۔

پھر ایک دلدوز چیخ سنائی دی۔ مگر کہاں سے؟ مجھے یوں لگا جیسے مکان کے اندر سے آئی ہو۔ اس آواز کے بعد باہر بیٹھے ہوئے کالے پرندے نے پھر شور مچانا شروع کر دیا پھر وہی ہنگامہ بپا ہو گیا۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اس مرتبہ ان کے آوازوں میں نمایاں تبدیلی رونما ہو چکی تھی جیسے سب مل کر رو رہے ہوں۔ بین کر رہے ہوں میں نے دیوار کے ساتھ کان لگا کر سنا گودام سے ہلکی ہلکی کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔

وہاں کون ہو سکتا ہے کیا کوئی شخص پرندوں کے ڈر سے وہاں آ چھپا ہے یا ان کالی بلاؤں نے کسی راہ گزر کو زخمی کر دیا ہے اور وہ یہاں پناہ لینے آیا ہو۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ پھر ایک مکروہ آواز گودام سے آئی جس کی تائید میں باہر بیٹھے ہوئے پرندوں نے شور مچا کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ تھوڑے تھوڑے سے گودام سے آوازیں بلند ہوتیں اور درد کے ہلکے ہلکے کراہنے کی آواز بھی آتی۔ کبھی کبھی دلدوز انسانی چیخیں بھی ابھرتی تھیں مجھے دماغ پر ہتھوڑے سے برستے محسوس ہونے لگے۔ اعصاب جواب دے گئے۔ حتیٰ کہ اس ناقابل برداشت روحانی اور ذہنی کرب سے میں بے ہوش ہو کر فرش پر گر گیا۔ جب ہوش آیا تو دن کے دو بجے تھے، گرنے سے میرے سر میں سخت چوٹ آئی تھی درد کی شدت سے سر پھٹا جا رہا تھا گزرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے یاد آنے لگے۔ سب سے پہلے مجھے دروازے کا خیال آیا دروازے کی چٹخنی چڑھی ہوئی دیکھ کر اطمینان ہوا۔ میں بے حد خوف زدہ تھا۔

کمرے کا جائزہ لیا ہر چیز اپنی جگہ پر موجود تھی۔ کوئی خلاف معمول بات دکھائی نہ دی۔ میں نے ناشتہ کیا اور لباس تبدیل کر کے کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔ سخت پریشان تھا کہ اس مصیبت سے کیونکر نجات پائی جا سکتی ہے۔

سوچتے سوچتے خیال آیا کہ جیمز کی جمع کی ہوئی کتابوں میں اس کا حل یقیناً موجود ہوگا۔ مجھے وہ کتاب ''ابدی زندگی'' یاد آ گئی جسے میں نے گزشتہ رات غصے میں آ کر زمین پر دے پٹخا تھا۔ کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی کتاب وہاں نہیں تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ پلنگ پر لیٹنے سے قبل میں نے کتاب کو اٹھا کر دوبارہ میز پر رکھا تھا۔ اب وہ کہیں بھی نہ تھی کمرے کا کونہ کونہ چھان مارا مگر بے سود۔ کتاب ہوتی تو ملتی۔ پھر مجھے اپنی جیب میں رکھے ہوئے پستول کا خیال آیا فوراً کوٹ کی جیب دیکھی پستول موجود تھا۔ اور گولیاں بھی ویسے ہی بھری ہوئی تھیں بندوق بھی کھڑکی کے پاس ہی پڑی دکھائی دی۔ اب مجھے گودام میں کراہنے والے شخص کا خیال آیا۔

گودام میں داخل ہوتے وقت میری کیفیت اس بزدل شخص سے مختلف نہیں تھی جو اپنے سائے سے بھی خوف کھانے لگتا ہے قدم اٹھاتے ہوئے میری ٹانگیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں اور دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ جیسے ابھی سینے کو توڑتا ہوا اچھل کو باہر آ گرے گا۔

گودام خالی تھا۔ دھڑکتے دل سے صندوقوں کے پیچھے دیکھا۔ وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ قدرے اطمینان ہوا۔ آگے بڑھا تو دیوار کے وسط میں کھڑکی کے سامنے کرسی پڑی ہوئی دکھائی دی۔ کرسی اس طرح رکھی ہوئی تھی کہ کمرے میں کھڑے ہوئے کسی بھی شخص کو نظر نہ آتی تاوقتیکہ وہ صندوقوں کے پیچھے آ کر نہ دیکھے۔ جب میں کرسی کے قریب آیا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اس پر میرے بھائی جیمز کے کپڑے اس طرح ڈھیر کی صورت میں پڑے ہوئے تھے جیسے وہ یہاں بیٹھا ہوا اور بیٹھے ہی بیٹھے ایک دم اس کا جسم ہوا میں تحلیل ہو گیا ہو۔ قمیض پر کالر کے پاس خون کا گہرا دھبہ تھا۔

میرے لئے یہ منظر ناقابل برداشت تھا۔ باوجود کھڑکی کے بند ہونے اور انتہائی سردی کے میرا جسم پسینے میں نہا گیا۔ یہ سب کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے میرے حواس معطل ہو گئے میں لڑکھڑاتے قدموں سے پیچھے پلٹا اور شلفوں میں لگی ہوئی کتاب کو دیکھنے لگا۔ گمشدہ کتاب ''ابدی زندگی'' اپنے سریل نمبر پر رکھی ہوئی تھی کتاب کو وہاں دیکھ کر مجھے اپنی یادداشت پر بھی شک ہونے لگا۔ کہیں میں خود ہی تو کتاب کو یہاں رکھ کر بھول گیا ہوں میں نے بہت سوچا مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔

میں کتاب کو وہاں سے اٹھا کر کمرے میں لایا اور میز کی دراز میں رکھ کر تالہ لگا دیا۔ تاکہ میری عدم موجودگی میں بھی کوئی شخص تالہ توڑے بغیر نہ لے جا سکے۔

☆......☆......☆

یہ سارے واقعات میرا ذہنی توازن بگاڑنے کے لئے کافی تھے۔ مگر میں نے کبھی بھی پیش آمدہ حالات کا مقابلہ کرنے اور ان کالی بلاؤں کو فنا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ رات کے واقعات نے میرے تمام نظریات متزلزل کر دیئے تھے اور اب مجھے شیطانی قوتوں پر یقین آنے لگا تھا۔ یقیناً ان بدروحوں نے میرے بھائی جیمز پر قابو پا لیا تھا۔ اور مجھے اپنے بھائی کو ان سے نجات دلانا ہے، چاہے مجھے اپنی جان ہی سے ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑیں ان بدروحوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بندوق یا چھوٹے پستول سے انہیں ختم کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ ڈائنا مائٹ بچھا کر انہیں جہنم واصل کیا جائے اور اگر کسی نے مکان کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو اسے میں گولیوں کا نشانہ بنا دوں گا۔

اپنی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بارود، بجلی کے تار اور بیٹری خریدنے کے لئے بازار گیا۔ لیکن افسوس گاؤں کی چھوٹی سی دکان پر یہ چیزیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ میرے لئے ان چیزوں کو لندن سے خرید کر لانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ لندن تو زیادہ دور نہیں تھا مگر وہاں تک جا کر مطلوبہ اشیاء خرید کر واپس گاؤں پہنچنے کے لئے کم از کم چار گھنٹے درکار تھے گویا میں رات کے نو بجے سے پہلے واپس نہیں آ سکتا تھا۔

سورج غروب ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے مجھے اپنی اسکیم ناکام ہوتی ہوئی محسوس ہوئی ظاہر ہے رات کے نو بجے کے بعد مکان کے چاروں طرف ڈائنامائٹ بچھانا کسی بھی صورت میں ممکن نہ تھا۔ اس لئے یہ کام کرنے کے لئے دوسرے دن کا انتظار کرنا پڑتا مختصر یہ کہ میں ہر طرح سے مجبور تھا۔

لندن سے جب میں واپس گاؤں پہنچا تو ساڑھے نو بج چکے تھے۔ آدھے گھنٹے کی مزید تاخیر نے میری پریشانی کو کچھ اور بھی بڑھا دیا گھر میں داخل ہوتے وقت مجھے انجانہ سا خوف محسوس ہو رہا تھا جس کو رات کی گھٹاٹوپ تاریکی نے کچھ اور بھی بڑھا دیا تھا۔

آپ یقین کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے کمرے میں جا کر ڈر کے مارے دروازے کو اندر سے مقفل کر دیا۔ ایک دو مرتبہ تو گاؤں میں کتوں کی آواز سن کر ہی میرے پسینے چھوٹ گئے حالانکہ یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی اضطراب اس قدر بڑھ گیا تھا کہ میں بار بار کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتا۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت کی رفتار تھم گئی ہے گھڑی کو سوئیاں بہت ہی آہستہ رینگ رہی ہیں رات طویل تر ہو چکی ہے۔ چاند نکلا، تاریکی چھٹنے لگی پر ہول خاموشی کو اڑتے ہوئے پرندوں نے توڑا۔ میں نے کھڑکی کا پردہ سرکا کر باہر دیکھا ہر طرف کالی بلائیں دکھائی دیں۔ سب کی نظریں مکان پر لگی ہوئی تھیں گویا مکان پر حملہ کرنے کے لئے مستعد ہوں اور محض اپنے سردار کے حکم کا انہیں انتظار ہے۔ ان خبیث روحوں کا سردار کون ہے۔ میں نے غور سے دیکھا یہ سب ایک سی تھیں ان کے بیچوں بیچ ایک جگہ خالی تھی۔ کھڑکی کے بالکل سامنے والی جگہ جہاں میں نے گزشتہ رات سب سے بڑی جسامت والی بلا کو گولی کا نشانہ بنایا تھا۔ اس جگہ کو دیکھ کر میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ سب اپنے لیڈر کے منتظر ہیں۔ ان کی خاموشی نے میرے خیال کی تائید کر دی۔ اطمینان ہوا کہ رات سکون سے گزرنے لگی اور کل رات ان سب کو ڈائنامائٹ سے بھون کر رکھ دوں گا۔ ایک گھنٹہ بڑے سکون سے گزرا۔ چاند آسمان پر پوری طرح بلند ہو چکا تھا اتنے میں ایک فلک شگاف چیخ گونجی۔ کسی انسان کی دلدوز چیخ پھر دوسری چیخ بلند ہوئی۔

کوئی شخص یقیناً گودام میں موجود تھا۔ چیخ وہیں سے سنائی دی تھی۔ میرے اوسان خطا ہو گئے اس وقت گودام میں کون ہو سکتا ہے کہیں کسی راہ گزر پر ان کالی بلاؤں نے حملہ کر کے اسے زخمی تو نہیں کر دیا اور اس بے چارے نے جان بچانے کے لئے مکان میں پناہ لی ہو، مگر وہ گودام میں کس راستے سے داخل ہوا۔

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ باہر بیٹھی ہوئی بلاؤں نے بھیانک اور دردناک آوازوں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ آج ان آوازوں میں سوز و کرب کی سی کیفیت تھی۔ جیسے وہ رو رہی ہوں۔ ماتم کناں ہوں۔ آہ و بکا کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ مجھے کھڑکی سے باہر جھانکتے دیکھ کر ان کے شور و غل میں اضافہ ہو گیا تھا۔

دو پرندے مجھ پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹے مگر پھر کھڑکی کے قریب پہنچ کر چیختے ہوئے واپس پلٹے۔ میں حیران تھا کہ آخر انہیں مجھ پر حملہ کرنے میں کون سی چیز حائل ہے۔ میں نے فوراً ہی کھڑکی بند کر دی اور خدا کا شکر ادا کیا کھڑکی میں لگی ہوئی لوہے کی سلاخوں کی وجہ سے میری جان بچ گئی ہے اس وقت مجھ میں کھڑا رہنے کی بھی سکت نہ رہی۔ میں قریب ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیب سے سگریٹ نکال کر سلگاتے وقت میری انگلیاں کانپ رہی تھیں۔ میری حالت مردوں کی سی تھی کاٹو تو بدن میں لہو نہیں میرے دل کی دھڑکنیں غیر معمولی طور پر تیز ہو گئی تھیں اور تازہ انسانی چیخ سن کر میں غیر ارادی طور پر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اتنی گھبراہٹ ہوئی کہ کرسی اوندھی ہو کر فرش پر گری۔

گودام میں چھپے ہوئے شخص کی مدد کرنی چاہئے۔ یہ میرا اخلاقی فرض ہے جبکہ میرے پاس پستول اور بندوق دونوں چیزیں موجود ہیں۔ میں نے سوچا اور دائیں ہاتھ میں پستول اور بائیں ہاتھ میں چھوٹی ٹارچ لے کر کمرے سے نکلا۔ گودام میں مکمل تاریکی تھی

اور پراسرار خاموشی سے میرا دل دہل گیا تھوڑی دیر تک دروازے ہی میں کھڑا چاروں طرف گھورتا رہا۔ میری آنکھیں تاریکی سے مانوس ہو گئیں مگر وہاں کوئی دکھائی نہ دیا۔ نہ کوئی آہٹ اور نہ کوئی کپڑوں کی سرسراہٹ ۔میں نے جیبی ٹارچ کو روشن کر کے دیکھا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ دبے پاؤں اندر داخل ہو کر پیٹیوں کی طرف بڑھا تاکہ بعد میں پریشانی کا امکان ہی نہ رہے۔ ابھی میں پیٹیوں کے قریب پہنچا ہی تھا کہ کھڑکی کھلنے کی دھیمی سی چرچراہٹ سنائی دی۔ جیسے کوئی شخص بڑی احتیاط سے کھڑکی کو کھول رہا ہے۔ میرے دماغ میں طرح طرح کے خیالات گشت کرنے لگے۔ اور میں جلدی سے آگے بڑھا تاکہ کھڑکی کے راستے سے جو شخص بھی باہر نکلنا چاہتا ہے اسے پکڑلوں۔

پستول میرے ہاتھ میں تھا اور میں نے تہیہ کرلیا کہ صورت حال کا مقابلہ کروں گا۔ چھ کی چھ گولیاں چلا دوں گا چاہے کوئی مرے یا زندہ رہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں۔ مگر آپ یقین جانیے کہ میں ایک گولی بھی نہ چلاسکا گولی کس پر چلاتا۔

میرے سامنے میرا چھوٹا بھائی جیمز کھڑا تھا۔ میرا بھائی جسے میں تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس کی خاطر میں اپنی جان کی بازی لگائے ان منحوس کالی بلاؤں کی ہولناک آوازیں گزشتہ دو راتوں سے سن رہا تھا۔ میں نے اسے پکارا۔

"جیمز۔"

وہ کھڑکی سے باہر کودتے ہوئے رکا۔ پلٹا اور پھر میری جانب لپکا اس کے ہاتھ میرے گلے کی طرف بڑھے آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی اور چہرے سے نفرت کا بے پناہ اظہار ہو رہا تھا۔ میں ڈر کے ایک قدم پیچھے کو ہٹا۔ وہ آگے بڑھتا گیا لیکن میرے قریب پہنچتے ہی ایک فلک شگاف چیخ مارتا ہوا پیچھے کی طرف بھاگا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے کھڑکی سے باہر کود گیا......

کاش میں جیمز کو نہ دیکھتا۔

وہ منظر آج بھی یاد کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کی ٹھوڑی سے نیچے گردن میں سوراخ تھا اور شہ رگ میں سے قطرہ قطرہ خون ٹپک رہا تھا جس کی وجہ سے سر ایک طرف لٹک رہا تھا۔

خوف کے مارے آواز میرے حلق میں اٹک کر رہ گئی میں بھاگ کر گودام سے نکلا اور کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے مقفل کرلیا میرا سانس پھولا ہوا تھا۔ اور میں یوں ہانپ رہا تھا۔ جیسے کئی میل کی دوڑ لگائی ہو۔ تھوڑی دیر بعد اوسان بحال ہوئے۔ لیکن میں اب تک ایک بات نہیں سمجھ پایا تھا کہ تھوڑی دیر بعد جب دو پرندے مجھ پر حملہ کے لئے جھپٹے تھے تو چیختے ہوئے واپس کیوں پلٹ گئے تھے اب جیمز نے بھی ایسا ہی کیا تھا وہ مجھے ہلاک کرنے کے لئے میری طرف بڑھا۔ مگر چیختا ہوا بھاگ کیوں گیا۔ بہت دیر تک سوچنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا۔ ان بدروحوں کو صلیب سے ڈر لگتا ہے اور اسی لئے وہ اب تک مجھے کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا سکیں ورنہ وہ کبھی بھی مجھے اس مکان میں زندہ نہ چھوڑتیں۔

اس خیال سے میری ہمت بندھی کہ بوڑھے ولیم کی دی ہوئی صلیب مجھے ان آفات سے بچائے ہوئے ہے اور کوئی بھی شیطانی قوت میرا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ میں نے کانپتے ہاتھوں سے کھڑکی کا پردہ سرکا کر باہر دیکھا یہ بلائیں اب تک شور ہی مچا رہی تھیں ان کی ہیبت ناک آوازوں میں نمایاں تبدیلی آچکی تھی اور اب ان میں کرب کا نہیں بلکہ شدید غصے اور نفرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ ہوئی کہ جس جگہ پران کا لیڈر اب بیٹھا ہوا تھا۔ وہی بلند قامت جسے گزشتہ شب میں نے گولی سے زخمی کر دیا تھا۔ اس کی گردن میں اب تک گہرا نشان موجود تھا۔ جو اس کی بڑی سی مکروہ چونچ کے عین نیچے گولی کے لگنے سے ہو گیا تھا اس کی گردن بھی ایک طرف لٹک رہی تھی۔

میرے لئے یہ منظر انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوا۔ میں نے گولی سے اپنے بھائی کو شدید زخمی کر دیا تھا۔

جیمز ہی ان بدروحوں کا سردار تھا۔

دل کو ہلا دینے والی آوازیں بدستور جاری

تھیں۔ یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا اور میں ایک پل کے لئے بھی نہ سو سکا۔ اب مجھے اس مکان سے ڈر لگنے لگا تھا۔ یہ مکان اب بدروحوں کا مسکن تھا۔ اسی لئے گاؤں کے لوگ جیمز سے خوف زدہ اور متنفر تھے۔ ان کی نفرت جائز تھی مگر اس کا حل کیا ہے۔

میں سوچنے لگا۔ مجھے سب سے پہلے اس کتاب ''ابدی زندگی'' کو جلا دینا چاہئے۔ یہی سارے ہنگامے کا سبب ہے۔ میں نے جیب سے چابی نکالی اور میز کی دراز کھولی۔ وہ خالی تھی کتاب ایک بار پھر غائب ہو چکی تھی۔ ایسے حالات میں میرے لئے گودام میں جا کر کتاب تلاش کرنا ممکن نہ تھا۔ میں کمرے سے باہر نکلتے ہوئے ڈر رہا تھا۔ اس لئے صبح تک کمرے میں بند رہنا ہی بہتر سمجھا۔ یہی کمرہ میری بہترین پناہ گاہ تھی وقت کی رفتار بے حد سست تھی۔ کمرے کی پر ہول تاریکی میں بھیانک آوازیں میرے لئے عذاب بن گئیں۔ میں سگریٹ پر سگریٹ پھونکے جا رہا تھا۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور ان بدروحوں سے نجات ملی۔

صبح تڑکے ہی میں نے مکان کے چاروں طرف دس دس گز تک ڈائنا مائٹ کا گھنا جال بچھا دیا۔ اور تاروں کا کنکشن بیٹری سے ملا کر پہاڑ تک لے گیا۔ جہاں ایک بڑے پتھر کے پیچھے چار پانچ آدمیوں کے چھپ کر محفوظ بیٹھنے کی جگہ تھی سورج نکلنے سے پیشتر ہی سب کام سے فارغ ہو کر میں سیدھا پولیس اسٹیشن اپنے دوست انسپکٹر مالکم سے ملنے گیا اسے تمام حالات اور واقعات سے آگاہ کیا اس نے پوری بات سن کر میرے خیال کی تائید کی اور تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے بتایا کہ وہ پہلے ہی اس مکان کو تباہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ لیکن میری اجازت کے بغیر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ پولیس اسٹیشن سے ہم دونوں مکان کی طرف چل دیئے کیونکہ دوبارہ اس منحوس مکان میں تنہا جاتے ہوئے میں ڈر رہا تھا۔ ہم دونوں نے مل کر سارے مکان کی تلاشی لی لیکن کوئی ایسی علامت ظاہر نہیں ہوئی جس سے پتہ چلتا کہ یہ مکان بدروحوں کا مسکن ہے میں نے

لکڑی کے چار صندوق اور اپنا سامان باہر نکال لیا تاکہ والدین کی آخری نشانیاں اپنے ساتھ لے جاؤں اور باقی سارا سامان اور کتابیں وغیرہ وہیں رہنے دیں۔ جن کا تعلق کسی بھی طرح جیمز سے تھا۔ سامان کو پولیس اسٹیشن پہنچایا اور اطمینان کا سانس لیا۔

یہ سارا کام ہم نے اس قدر خاموشی سے کیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اتنی راز داری اس لئے ضروری تھی کہ پہلے ہی گاؤں کے لوگوں میں بہت افوائیں پھیلی ہوئی تھیں اب نہ جانے وہ کیا سمجھیں کام سے فارغ ہو کر رات کے دس بجے تک کا سارا وقت میں نے انسپکٹر مالکم کے ساتھ ہی گزر گیا۔

جونہی رات کی تاریکی میں گاؤں ڈوب گیا ہم دونوں مکان کے پچھواڑے پتھر کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئے پولیس اسٹیشن سے چلتے وقت مالکم نے مجھی میرے کہنے پر ایک صلیب اپنے گلے میں لٹکالی تاکہ حالات قابو سے باہر ہونے کی صورت میں جان تو بچی رہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک اسٹین گن بھی مالکم اپنے ساتھ لیتا آیا اس طرح ہم دونوں نے اپنے طور پر بچاؤ کی ہر ممکن تدابیر اختیار کر لیں۔ ہم دونوں چپ سادھے تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک بیٹھے رہے۔ سردی بڑھتی جا رہی تھی اور یخ بستہ ہوائیں چلنے لگیں اور اس سے ہم کانپنے لگے تھے۔ اس صورت حال سے بچنے کے لئے میں نے اپنے ساتھ ایک کمبل لے لیا تھا کیونکہ مجھے علم تھا کہ کالی بلائیں اپنی منحوس شکلوں کے ساتھ اس وقت آتی ہیں جب چاند نکل آتا ہے چاند کے نکلنے میں میرے انداز کے مطابق ابھی ڈیڑھ دو گھنٹے باقی تھے یعنی ایک بجے کے قریب چاند نکلنا تھا جوں جوں وقت گزرتا گیا میری بے چینی بڑھتی گئی لیکن مالکم کے سامنے میں اپنی بے چینی کا اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا یہی کیفیت مالکم کی بھی تھی۔

وقت گزرتا رہا چاند نکلا تاریکی کی ہیبت ذرا کم ہوئی اور اس کے بعد جنگل کی سمت سے مہیب پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نمودار ہوئے اور حسب معمول

سارے مکان کا محاصرہ کرلیا مالکم کے لئے یہ سب بالکل نیا بلکہ انوکھا تجربہ تھا وہ پھٹی پھٹی نظروں سے یہ سب دیکھ کر حیران ہو رہا تھا میرے لئے یہ نئی بات نہیں تھی میں تو گزشتہ تین راتوں سے ان منحوس مکروہ اور خوفناک بدروحوں کو دیکھ رہا تھا پھر وہی سلسلہ شروع ہو گیا پہلے مکان کے اندر سے بڑی ہولناک انسانی چیخ بلند ہوئی یہ جیمز کی آواز تھی جسے سن کر مالکم بھی کانپ گیا اور اسٹین گن پر اس کے ہاتھوں کی گرفت مضبوط تھی ہر طرف شور سنائی دینے لگا وہی ہولناک اور مکروہ آوازیں دماغ پر ہتھوڑے سے برستے ہوئے محسوس ہوئیں، ان حالات میں مالکم کا ڈرنا اور خوف زدہ ہونا یقینی تھا حقیقت یہ ہے کہ میرے بھی اوسان خطا ہو گئے حالانکہ اس سے پیشتر بھی میں جیمز کی بہت سی دل دہلا دینے والی چیخیں سن چکا تھا۔

مالکم سے زیادہ دیر تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا مشکل ہو گیا اس نے اندھا دھند اسٹین گن سے کالی بدروحوں پر آگ برسانی شروع کر دی لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا مالکم دیکھ کر گھبرا گیا اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اور مجھے بھی اپنی ہمت جواب دیتی ہوئی محسوس ہوئی میں نے مالکم سے کہا کہ وہ اسٹین گن سنبھالے یہیں بیٹھا رہے اور اگر حالات خطرناک ہوں تو بے دریغ گولیاں چلائے یا پھر موقع محل کے مطابق اپنی جان بچانے کی خاطر یہاں سے بھاگ جائے اس نے مجھے مکان کے قریب جانے سے روکنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کی ہر بات ان سنی کر دی اور بھاگتا ہوا مکان کی طرف بڑھا جونہی میں کالی بلاؤں کے قریب پہنچا وہ وہ گھبرا کر ایک طرف ہٹ جاتیں لیکن میں ان کے درمیان پھنس کر اپنی موت کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے صلیب کو گلے سے اتار کر دور ہی سے مکان کی چھت پر پھینکا اور اندھا دھند بھاگتا ہوا واپس مالکم کے پاس آ گیا یہ تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد میری حالت قابل دید تھی گھبراہٹ خوف اور جوش کی وجہ سے سارا جسم پسینے میں نہا گیا تھا۔

صلیب کو چھت پر پھینکنے کے بعد بھاگتے ہوئے بہت سے پرندوں نے میرا تعاقب کیا لیکن میرا کچھ نہ بگاڑ سکے اب تو اس قدر ہنگامہ بپا ہوا کہ خدا کی پناہ اتنے میں ہماری نظر پولیس کے سپاہیوں پر پڑی جو گولیوں کی آواز سن کر بھاگے چلے آ رہے تھے سپاہیوں کو مکان کی طرف آتا دیکھ کر مجھے خطرے کا احساس ہوا کہیں یہ شیطانی قوتیں ان بے چاروں پر نہ ٹوٹ پڑیں میں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر بیٹری کا ہینڈل پوری قوت سے دبا دیا، دھماکہ ہوا ایک دو اور پھر کئی دھماکے لگاتار ہونے لگے، زمین یوں لرز رہی تھی جیسے زلزلہ آ گیا ہو، پوری عمارت کے پرخچے اڑ گئے مکان کی طرف سے کالے پرندوں کی بھیانک آوازیں ختم ہو چکی تھیں سپاہی سڑک کے کنارے ہی لیٹ کر یہ بھیانک منظر دیکھ رہے تھے گاؤں کے لوگ بھی گھروں سے باہر نکل آئے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ماجرا کیا ہے یہ سلسلہ تقریباً پون گھنٹے تک جاری رہا اور پھر ہر طرف گھمبیر خاموشی طاری ہو گئی میں اور مالکم جائے پناہ سے نکل کر سپاہیوں کے پاس پہنچے۔ گاؤں کے لوگ ہماری طرف حیرت سے دیکھ رہے تھے اس کے بعد ہم نے مکان کے اردگرد کی زمین کا چپہ چپہ دیکھ ڈالا لیکن وہاں نہ تو ہمیں کسی پرندے کی لاش ملی اور نہ ہی کوئی ایسی علامت دکھائی دی جس سے ان کا وجود ظاہر ہوتا۔

دوسرے دن جب میں لندن روانہ ہونے لگا تو گاؤں کے سارے لوگ مجھے الوداع کہنے مالکم کے گھر آئے جہاں میں نے ایک رات اور ایک دن قیام کیا تھا سب خوش تھے لیکن میری آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ یہ ہے وہ حقیقت جس پر شاید آپ کو یقین نہ آئے میں اپنی اس آپ بیتی کے بارے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جس شخص کو میری بات پر یقین نہیں وہ لندن پولیس ہیڈ کوارٹر جا کر اس اندوہناک واقعہ کے متعلق معلوم کر سکتا ہے۔